ارشادات اکابر

امرا اور افسران بالا کی ماتحتی شرعی اصولوں کے مطابق

افادات: شیخ الحدیث مولانا مغفور اللہ صاحب، دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مرتب: مولانا فضل غفور

اِذْ تَبَرَّأَالذین اتُّبعوا مِن الذین اتبعوا وَرَ أواالعذاب وتقطّعت بهم الأسباب وقال الذین اتّبعوا لَوْأن لناکَرَّةً فنتبرّأمنهم کما تبرّء وا منا کذلك یُریهم اللّٰه أعمالهم حسَراتٍ علیهم وماهم بخارجینَ مِنَ النّار۔(البقرة۔٦٧۔١٦٦)

ترجمہ: جبکہ وہ لوگ جن کے کہنے پر دوسرے چلتے تھے ان لوگوں سے صاف الگ ہو جائیں گے جو ان کے کہنے پر چلتے تھے اور سب عذاب کا مشاہدہ کرلیں گے اور باہم ان میں جو تعلقات تھے اس وقت سب منقطع ہو جائیں گے اور یہ تابع لوگ یوں کہنے لگے کہ کسی طرح ہم سب کو ذرا ایک دفعہ دنیا میں جانا مل جائے تو ہم بھی ان سے صاف الگ ہو جائیں گے جیسا یہ ہم سے اس وقت صاف الگ ہو بیٹھے۔ اللہ تعالیٰ یونہی ان کی بداعمالیوں کو خالی ارمان کر کے ان کو دکھلا دیں گے اور ان کو دوزخ سے نکلنا کبھی نصیب نہ ہوگا۔

ان آیتوں سے قبل اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت بیان فرمائی ہے کہ اے لوگو! زمین وآسمان کی پیدائش کی طرف دیکھو، ان کے مابین تمھاری خدمت پر مامور بادلوں کی طرف دیکھو اور مختلف اطراف سے چلنے والی مسخر ہواؤں کو دیکھو جو اللہ تعالیٰ کی قدرت، وجود، لامتناہی علم اور وحدانیت پر دال ہیں۔ ایسے واضح دلائل کے باوجود ایسے لوگ بھی دنیا میں موجود ہیں جو عبادت میں شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔ ''وَمِنَ النّاس من یتّخذ من دون اللّٰهِ أنداداً یُحبّونهم کحبّ اللّٰه '' اور بعض لوگ وہ بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ اوروں کو بھی شریک خدائی قرار دیتے ہیں ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے رکھنا ضروری ہے۔ (البقرۃ:۱۶۵)

یہ لوگ اللہ کے علاوہ دوسرے خودساختہ معبودوں کی عبادت کرتے ہیں۔ ان کے سامنے دستِ سوال دراز کرتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں مومنوں کی نگاہوں اور محبتوں کا محور ومرکز صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، یہ محبت اور یہ رشتہ دنیا کے ہر تعلق اور ہر رشتے سے زیادہ مضبوط اور مستحکم ہے۔ ارشاد باری ہے''وَالذین اٰمنوا أشدُّ حبًّاللّٰه '' اور جو مومن ہیں ان کو صرف اللہ کے ساتھ نہایت قوی محبت ہے۔ (البقرۃ:۱۶۵)

کفار کا رشتہ اور تعلق اپنے معبودانِ باطلہ کے ساتھ تارِ عنکبوت کی طرح بہت کمزور ہے۔ جب مشکل میں پھنس جاتے ہیں

تو اپنے بتوں کو بھول کر اللہ کی طرف فریاد بلند کرتے ہیں۔ کفار سمندر میں سفر کرتے تھے، جب سمندر کی طغیانی اور موجوں کی زد میں آجاتے اور ہلاکت سامنے نظر آتی تو بتوں کی بجائے اللہ کو پکارتے کہ نجات مل جائے۔ انسان کی یہ بڑی عجیب حالت ہے تکلیف اور پریشانی میں اللہ کو پکارتا ہے، جب تکلیف رفع ہوجاتی ہے تو پھر وہی پرانی سرکشی اور نافرمانی کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں صحیح اور پکا مومن وموحد ہر حالت میں اللہ کی طرف رجوع کر کے اسی کو پکارتا ہے۔ اگر بت پرستوں کو یقین ہوتا کہ ہم پر نازل ہونے والی ہر قسم کی تکلیفوں اور مصیبتوں کا بنیادی سبب یہی بت ہیں تو وہ اُن کی عبادت چھوڑ دیں۔ اس کے برعکس مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ ہر تکلیف اور پریشانی اللہ کی طرف سے آتی ہے۔ پھر بھی مومن بندہ اللہ کی عبادت کرتا ہے اور اس کے سامنے عجز کا اظہار کرتا ہے۔ ارشاد باری ہے "مَا اَصَابَ مِن مصیبۃٍ الّا باذن اللہ" (التغابن:۱۱) ہر مصیبت خدا ہی کے حکم سے آتی ہے۔

انسان کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے، اللہ کی طرف سے پہنچتی ہے۔ مومن اس عقیدہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے۔ اس کا یقین ہوتا ہے کہ رحمان ورحیم اور محسن اعظم کی طرف سے تکلیف میری اصلاح اور ترقی درجات کا سبب ہے۔ مومن کے اس رویہ اور خصلت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تعلق اللہ کے ساتھ بڑا مضبوط اور پائیدار ہے۔ کفار کی بت پرستی اور غلط عقیدہ کا انجام بھی ملاحظہ فرمائیں۔ "وَلَوْیَرَ الّذین ظلموا اِذْ یرون العذابَ انَّ القُوۃ للّٰہ جمیعاً" (البقرۃ:۱۶۵) اور کیا خوب ہوتا اگر یہ ظالم (مشرکین) جب دنیا میں کسی مصیبت کو دیکھتے تو اس کے وقوع میں غور کر کے سمجھ لیا کرتے کہ سب قوت حق تعالیٰ ہی کو ہے۔

مفسرین "ولویَرَالّذین" میں دو قرأتیں بیان فرماتے ہیں۔

❶ ایک قرأت ہے "ولوتَرَالّذین"، اس صورت میں مخاطب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تسلی ہے کہ مرتکبین شرک کا انجامِ بد دیکھو۔ اِذ استقبال کے لیے ہے۔ بمعنی اِذا ہے یعنی کفار جب اس سخت عذاب کو دیکھیں گے تو "لَرَأَیتَ أمراً فظیعًا" آپ ایک سخت معاملہ ملاحظہ فرمائیں گے اللہ تعالیٰ ان مشرکین کو سخت سزادیں گے اس عذاب کو کفار روک سکتے ہیں نہ بچ سکتے ہیں۔ ارشاد ہے: "فیومَئِذٍلایعذِّبُ عذابہ أحدٌولایُوثِقُ وثاقہ احد" (البلد: ۲۵۔۲۶) پس اس روز تو خدا کے عذاب کے برابر کوئی عذاب دینے والا نکلے گا اور نہ اس کے جکڑنے کے برابر کوئی جکڑنے والا نکلے گا۔

❷ دوسری قرأت ہے "یَریٰ" یا کے ساتھ۔ اس صورت میں رؤیت سے رؤیت علمی مراد ہوگی۔ پھر رویت دومفعولوں کی طرف متعدی ہوگی۔ "الّذِینَ ظلموا" فاعل ہوگا۔ "اَنَّ القُوۃ للّٰہ جمیعاً" دومفعولوں کے قائم مقام ہے۔ کفار اور مشرکین کو اگر دنیا میں یقین آجائے کہ آخرت کا عذاب بڑا سخت ہے اور کوئی بچانے والا نہ ہوگا تو کفر وشرک کو چھوڑ دیں گے۔ لیکن کفار کا دنیا میں یہ عقیدہ نہیں۔ قیامت کے دن حاکم اپنے محکوم سے اور غلام اپنے آقا سے کہیں گے کہ تمہاری وجہ سے ہم جہنم میں داخل ہوئے۔ تم ہی ہمیں دنیا میں ہر قسم کے گناہ پر اُکساتے تھے۔

مذکورہ آیتوں کے تناظر میں اگر دیکھا جائے تو آج بھی دنیائے کفر کے آلہ کار امراء اپنے ماتحتوں کو مسلمان مجاہدین اور دیگر مسلمانوں کے خلاف پوری قوت اور طاقت سے استعمال کر رہے ہیں۔ خود مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کے خلاف ہتھیار اور اسلحہ استعمال کر رہے ہیں۔ مجاہدین اسلام پر خود اپنے مسلمان حکمران دہشت گردی کا الزام لگا کر انہیں گرفتار یا شہید کر دیتے ہیں، کلمۂ حق بلند کرنے والے علماء کو گرفتار کر کے قید و بند کی صعوبتوں میں مبتلا کر رہے ہیں۔ ان ظالم امراء اور ان کے ماتحتوں کے مابین قیامت کے دن اسی قسم کے مکالمے ہوں گے، ایک دوسرے کو بچانا مشکل ہو جائے گا، متبوعین اپنی برأت کا اظہار کریں گے۔ ارشاد باری ہے: ''اِذْ تبَرَّأ الذین اتُّبعوا من الذین اتَّبعوا ورأو العذابَ وتقطَّعتْ بھم الاسباب'' (البقرۃ: ۱۶۶)

جبکہ وہ لوگ جن کے کہنے پر دوسرے چلتے تھے ان لوگوں سے صاف الگ ہو جائیں گے جو ان کے کہنے پر چلتے تھے اور سب عذاب کا مشاہدہ کر لیں گے اور باہم ان میں جو تعلقات تھے اس وقت سب منقطع ہو جائیں گے۔

یہ محکوم لوگ کہیں گے، اگر ایک بار پھر دنیا کی طرف لوٹنے کا موقعہ فراہم کیا گیا تو ان حاکموں اور ظالم امراء کی تابعداری نہ کریں گے۔ لیکن یہ صرف تمنا ہوگی اور اپنی بداعمالی اور نافرمانی پر اظہار افسوس! اس موقع پر جس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، اس لیے کہ ان کے لیے دوبارہ دنیا کی طرف لوٹنا کسی طرح ممکن نہیں، یہ اللہ کا فیصلہ ہے، وہی حاکم مطلق اور بندگی کا مستحق ہے، بادشاہی اور کبریائی صرف اسی کو زیبا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو قانون اور ضابطۂ حیات بنایا ہے، ہمیں اسی کے مطابق اپنی عملی زندگی گذارنے کا حکم دیا گیا ہے اور اسی کے فراہم کردہ عقیدہ کو اختیار کرنے کے مجاز ہیں۔ امراء اور ائمہ کی تقلید اور پیروی بھی اللہ کے حکم سے ہے۔ ''یاایھاالذینَ آمنوا اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول وأولی الامر منکم'' (النساء: ۵۹)

''اے ایمان والو! تم اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور تم میں جو لوگ اہل حکومت ہیں ان کا بھی''۔ اولی الامر کی پیروی شرعی دائرہ کے اندر ہے۔ ان کی پیروی کا حکم مطلقاً نہیں بلکہ شرعی اصول کے ساتھ مقید ہے۔ اس لیے حدیث میں ہے ''لَا طَاعَۃَ لمخلوقٍ فی مَعْصیۃ الخالق'' اگر امراء کی پیروی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی لازم آتی ہو تو پھر امراء کا حکم نہ ماننا ہی درست ہے۔ مومن کی یہ شان نہیں کہ امراء اور افسران بالا کو خوش کرے اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کرے۔ ماتحتوں کو دنیاوی زندگی کے ہر میدان میں سوچنا چاہیے کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم مقدم ہے اور دونوں کی رضا بھی مقدم ہے۔ لیکن بددینی اور بے دینی اتنی عام ہوگئی ہے کہ ماتحت حضرات نہ سوچتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں۔ اپنے امراء اور افسران بالا کے ہر حکم پر لبیک کہہ دیتے ہیں۔ یہ نہیں سوچتے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی جواب دہی ہوگی۔ مومن کو جو محبت اور تعلق ذات باری کے ساتھ ہے، اس کا تقاضہ یہ نہیں، ارشاد باری ہے ''قُلْ اِنْ کان آباءُ کم وإخوانکم وأز واجُکم وعشیرتُکم و أموالُ ن اقترفتموھا وتجارۃ تخشوْن کسادھا ومساکن ترضونھا أحب الیکم من اللّٰہ ورسولہ وجھادفی سبیلہ فتر بصواحتی یأتی اللّٰہ بامرہ'' (التوبۃ: ۲۴)

ترجمہ: آپ کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیبیاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال

جوتم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس میں نکاسی نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہوں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دیں۔

اگر یہ مذکورہ امور تمہیں اللہ اور اس کے رسول سے زیادہ محبوب ہیں، اسی طرح یہ امور تمہیں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو پھر عذاب کا انتظار کرو۔ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر حال میں ان کی مرضی اور منشا پر عمل کیا جائے۔ اگر امراء اور افسران بالا کا حکم خلاف شرع ہے تو پھر ان کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے بعد سب سے زیادہ حق بندہ پر اس کے والدین کا ہے۔ ان کی اطاعت اور ان کے ساتھ احسان اور نرمی کا حکم ہے۔ والدین کے بہت زیادہ حقوق مذکور ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حقوق کے ساتھ والدین کے حقوق کا تذکرہ فرمایا ہے۔ ''وَاعۡبُدوا اللّٰہ ولاتشر کوا بہ شیئاً وبالوالدین إحسانا'' (النساء:۳۶) اور تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو اور والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرو۔

والدین کے ان حقوق کی اہمیت کے باوجود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کفر وشرک میں والدین کی بات نہ ماننا۔ اگر والدین اپنی اولاد کو شرک کرنے پر مجبور کریں تو ان کی اطاعت نہ کی جائے۔ ''وإنۡ جاھداك علیٰ أن تشرك بی مالیس لَكَ بہ عِلۡم فلاتطعھما '' (لقمان:۱۵) اور اگر تجھ پر وہ دونوں اس بات کا زور ڈالیں تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرا جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہ ہو تو ان کا کہنا نہ ماننا۔ اللہ تعالیٰ نے دنیاوی نظام میں سب کو ایک جیسا نہیں بنایا۔ بلکہ اونچ نیچ ہے۔ کوئی چھوٹا کوئی بڑا ہے۔ کوئی افسر ہے کوئی ماتحت ہے یہ اللہ کا نظام اور انتخاب ہے۔ لیکن ہر چھوٹے بڑے کو اللہ کی ماتحتی قبول کرنا ہوگی۔ یہ مطلب نہیں کہ بڑے چھوٹوں کو شرعی پابندیوں سے آزاد ہو کر ماتحت بنا دیں بلکہ بڑے اور چھوٹے سب اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی پیروی کریں گے۔

شریعت نے امراء کو یہ حکم دیا ہے کہ مستحقین کو ان کا حق پہنچایا جائے اور لوگوں کے مابین باہمی نزاع کے فیصلے اور جھگڑوں کے تصفیے انصاف کے ساتھ کیے جائیں، ظلم اور ناانصافی سے بچا جائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے صحابہ کرام کو کسی علاقہ میں بھیجتے تو وصیت فرماتے ''واتقِ دعوۃ المظلوم فانّہ لیس بینھا وبین اللّٰہ حجاب '' مظلوم کی بددعا سے ڈرو کیوں کہ اس کے اور اللہ کے مابین کوئی حجاب نہیں ہوتا۔ یہ الگ بات ہے کہ قبولیت بدیر ہو، قرآن وسنت کی پیروی ہی میں امن اور عزت کا پیغام ہے، ہمیں کیا ہوا کہ اسلامی امن اور عزت نہیں چاہتے۔ اسلام کے نام میں سلامتی ہے۔ اگر کسی مسلمان میں امن وسلامتی کی خصلت نہ ہو تو اس میں اسلام کہاں سے آئے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''اَلۡمسلمُ من سَلِمَ المسلمون من لسانہ ویدہ '' مسلمان تو دوسروں کو اپنی زبان اور ہاتھ سے سلامتی مہیا کرتا ہے۔ دوسروں کو اپنی ہر ایذاء سے بچائے گا۔ ایک اور ارشاد ہے: ''وَالمؤمنَ منۡ اَمِنَہ النّاسُ علیٰ دمائھم واَموالھم '' یعنی مومن دوسرے کے جان ومال کا محافظ ہوتا ہے۔ یہ ایک بڑا المیہ ہے کہ مسلمان امن وسلامتی اور صلح وآشتی کے دین سے دور ہوئے جا رہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس اور اعلیٰ پیغامات سے روگردانی کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت کاملہ عطا فرمائے، آمین۔ ☆☆☆